میجر (ر) پی ناصر

اور اب پاکستان میں بھی

دسمبر 2000

فیصل آباد سے شائع ہونے والے ایک جریدے کے سرورق کے اندرونی صفحہ پر ایک آزاد نظم بعنوان "پینل کوڈ ۳۷۷" شائع کی گئی ہے۔ نظم کا آخری حصہ یوں ہے

میں نسل انسانی کا وہ راز ہوں جو کسی پر منکشف نہیں ہو سکا
اس لیے مجھے غیر فطری قرار دے کر
جرم دفعہ ۳۷۷ بنا دیا گیا
تم میرے فطری تقاضے کو غیر فطری کیوں کہتے ہو
یہ حق تمہیں کس نے دیا ہے

پاکستان پینل کوڈ ۳۷۷ یا تعزیرات پاکستان ۳۷۷ غیر فطری فعل کے خلاف ہے یعنی ہم جنس پرستی، عورت سے غیر فطری فعل اور جانور سے غیر فطری فعل قابل تعزیر جرم ہے۔ تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۷۷ "قوانین بائبل" یا حکم الٰہی کے عین مطابق ہے۔ معاشرے سے شاعر نے پوچھا ہے کہ اس کے فطری تقاضے یعنی ہم جنس پرستی کے فعل کو غیر فطری کہنے کا حق ہمیں کس نے دیا ہے۔ یہ شاعر جس کا نام افتخار نسیم ہے اور جو شکاگو' امریکہ میں مقیم ہے یہ نہیں جانتا کہ اس کے غیر فطری تقاضے جسے یہ سدوم اور عمورا کے لوگوں کی طرح فطری کہتا ہے اس کو روکنے اور اس کے تحت سزا دینے کا حق مذہب' معاشرہ اور پاکستانی قانون دیتا ہے۔ اس کی سزا کم از کم ۷ برست اور زیادہ سے زیادہ عمر قید ہے اور اس کے ساتھ جرمانہ بھی ہو سکتا ہے یا قید و جرمانہ دونوں سزائیں ایک ساتھ ہو سکتی ہیں۔ (دیکھئے تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۷۷)

ایک مذہبی جریدے میں ایسی بے شرمی سے کیے ہوئے اقرار گناہ کی اشاعت ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ کیتھولک قیادت کو اس شرمناک نظم کی اشاعت سے گریز کرنا چاہیے تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ چونکہ کیتھولک قیادت ملکی سیاست میں خود کو ملوث کیے ہوئے ہے۔ مذہب کی طرف دھیان ہی کہاں؟ بڑے افسوس کا مقام' دکھ اور شرم کی بات ہے۔

(بہ شکریہ مسیحی ماہنامہ کلام حق)

ممتاز کشمیری دانشور پروفیسر سید بشیر حسین جعفری کا

مکتوب گرامی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

مولانا' میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے الشریعہ کے دو شمارے اور "مغربی ممالک میں مقیم مسلمانوں کی دینی ذمہ داریاں" کے عنوان سے بروشر بذریعہ ڈاک بھجوایا۔ میں نے اس سارے لٹریچر کو اچھی طرح دیکھا۔ اگرچہ الشریعہ میں شائع ہونے والے مواد کو اوصاف کے صفحات پر بھی پڑھا مگر یہاں یک جا دیکھ کر یوں لگا کہ ریچھ کو یکبارگی شہد کا پورا چھتا ہاتھ لگ گیا ہو۔

الشریعہ میں آپ نے ہلکے پھلکے' دلچسپ' موزوں اور اہم مضامین' موضوعات کو گلدستہ میں پرویا ہے۔ بات وہی ہوتی ہے کہ بیان کرنے کا سلیقہ' طریقہ' اٹھان اور انداز بیان کسی موضوع میں جان ڈال دیتا ہے۔ تنوع کا بھی ایک مقام ہے۔ اکثر و بیشتر علماء عموماً ثقیل یا روایتی زبان لکھتے ہیں۔ جدید معلومات سے نابلد رہنے کے سبب ان کے بیان میں Information نہیں ہوتی۔ زیادہ زور محض احادیث کے Quotation سے سامنے آتا ہے۔ قرآن اور احادیث بے شک سرمایہ ایمان ہے لیکن لوگوں کو ادھر لے جانے کے لیے علوم حاضرہ سے کہانی ترتیب دینا پڑتی ہے۔ شاعری میں بھی اصل موضوع "محبت کا بیان" ہوتا ہے مگر شعراء کے ہاں "غزلوں" میں خیالات اور باریکیوں کا ایک انبوہ کثیر ہوتا ہے جس سے شعر لازوال ہو جاتا ہے۔ کشمیر کی خوبصورتی میں نے بھی دیکھی ہے بلکہ علامہ اقبالؒ سے زیادہ مگر اقبالؒ کو الفاظ اور خیالات پر قدرت حاصل تھی اس لیے علامہ نے بیان کیا ہے

پھول ہیں صحرا ہیں پریاں ہیں قطار اندر قطار
اودے اودے' نیلے نیلے' پیلے پیلے پیرہن

یا خوشی محمد ناظر نے "جوگی" نام کی نظم میں لکھا

کل صبح کے مطلع تاباں سے جب عالم بقعہ نور ہوا
سب چاند ستارے ماند ہوئے خورشید کا نور ظہور ہوا
ہر وادی' وادی ایمن تھی ہر کوہ پہ جلوہ طور ہوا

بھلا ان الفاظ کا شکوہ اور دبدبہ کوئی کہاں سے لائے۔ ماشاء اللہ آپ دل آویز زبان لکھتے ہیں۔ وسیع و جاری مطالعہ نے آپ کے خیالات کو جلا بخشی ہے۔ اللہ اور توفیق دے۔ آمین

مخلص سید بشیر حسین جعفری

۲۱ اگست ۲۰۰۰ء